تنقید: تعریف وتوضیح

صنفِ تنقید باقی اصناف ادب جیسے ناول، افسانہ، ڈراما، نظم وغیرہ کی طرح مغرب سے آئی ہے اور آہستہ آہستہ اس نے بھی باقی اصناف کی طرح اُردو ادب میں ایک با قاعدہ صنف ادب کی حیثیت اختیار کی اور آج اُردو ادب میں تنقید کو وہی مقام حاصل ہے، جو باقی ماندہ اصناف ادب کو حاصل ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تنقید اُردو ادب میں ''غزل'' کے بعد دوسری معتبر صنف ادب ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اُردو ادب میں تنقید کی اہمیت مکمل طور پر تسلیم کی گئی ہے۔ اُردو ادب میں تنقید نے ایک اہم شعبۂ فکر کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور اس وقت تنقید تمام اصنافِ ادب کے مقابلے میں اہمیت کی حامل ہے۔

اُردو ادب میں تنقید دراصل انگریزی لفظ ''Criticisim'' کا ترجمہ ہے جس کے معنی اصل میں نکتہ چینی کے ہیں اور اب چوں کہ اس لفظ نے باضابطہ صنف ادب کی حیثیت اختیار کی ہے۔ اس طرح لفظ ''تنقید'' کی معنویت میں اضافہ ہوتا گیا اور آج اس کے معنی خالی نکتہ چینی کے نہیں ہیں بلکہ اب اس کو ادب پارے کی تحلیل، تفسیر، تشریح، تحسین، تعینِ قدر، فیصلہ سازی وغیرہ غرض ہر مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ دراصل کسی ادب پارے کی صحیح معنوں میں تفتیش کے لیے تنقید کے معنی میں وسعت پیدا کرنا لازمی بن جاتا ہے، تاکہ تنقید خالی تنقیص تک محدود نہ رہے بلکہ اس کا کام تعمیری بن جائے۔ اور ادب پارے کی صحیح جانچ یقینی بن جائے۔ پروفیسر آل احمد سرور اس بابت لکھتے ہیں:

'' میرے خیال میں اس کے لیے پرکھ کا لفظ سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اس میں تعارف، ترجمانی، فیصلہ سب آجاتے ہیں۔''

چوں کہ اب اُردو ادب میں تنقید نے باضابطہ طور پر ایک صنف کی حیثیت اختیار کی ہے۔ اس وقت کسی اور لفظ کو اس کی جگہ دینا موزوں نہیں۔ سرور صاحب کی مندرجہ بالا تجویز اس لیے نقل کی گئی ہے تاکہ تنقید کی مکمل جانکاری فراہم ہوجائے۔ اِن معنوں میں تنقید وہ کسوٹی ہے جس پر ادب پارے کو پرکھا جاتا ہے اور اس کی خامیوں اور خوبیوں کی غیر جانب داری کے ساتھ نشان دہی کر کے قاری کی ادبی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ تنقید کی تعریف وتوضیح کے ضمن میں جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''تنقید کا کام یہ ہے کہ وہ ادب پاروں کا تجزیہ، مطالعہ اور تشریح کرے۔ مثبت رجحانات کو اُبھارے۔ ادب پاروں کے اسالیب، ساخت، تکنیک، جمالیاتی احساس اور تجربوں پر روشنی ڈالے۔ تقابلی مطالعے سے ادب پاروں کا درجہ متعین کرے۔ معاصر ادب کے منفی رجحانات کو رد کرے اور مثبت رجحانات کو منطقی ترتیب سے ایک جہت دے۔ معاصِر ادب سے نئی تنقید کا گہرا اور براہ راست رشتہ قائم رہنا چاہیے تاکہ تخلیقی قوتوں کو

سرگرم عمل رکھا جاسکے۔اس کے لئے سارے تخلیقی ادب کو پڑھنے اور تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے''۔

جمیل جالبی کی مذکورہ بالا رائے تنقید کے لیے آبِ حیات کے برابر ہے کیوں کہ اس اقتباس میں تنقید کی بہترین تعریف کی گئی ہے۔جب کسی ادب پارے کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا جائے اُس وقت اُس ادب پارے کے متعلق ہر پہلو سے غوروفکر کیا جائے یعنی تنقید مکمل طور پر استدلالی ہونی چاہیئے۔مجموعی طور پر تنقید کے دو حصّے ہیں۔پہلا حصّہ نظری تنقید کہلاتا ہے جس میں تنقید کے اصول ونظریات سے بحث کی جاتی ہے۔دوسرا حصّہ عملی تنقید(Practical Criticism)ہے جس سے مُراد وہ تنقید ہے، جو ادب پارے کی نَس نَس میں جاکر گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد تجزیہ سامنے رکھے۔

چوں کہ تنقید ادب کا دماغ ہوتا ہے۔اس لیے یہ دماغ ہمیشہ تندرست، بلیغ اور توانا ہونا چاہیے۔تخلیقی ادب میں جذبہ واحساس،فکرو دانش کا جمالیاتی انداز میں اظہار ہوتا ہے۔تنقید اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ ادبی تخلیق میں ان کا اظہار کن فنّی اور جمالیاتی خوبیوں کے ساتھ ہوا ہے۔یا اُن کا معیار کیا ہے؟

تنقید کے بنیادی کام تین ہیں۔

۱۔ تبصیر (دیکھنا)

۲۔ تربیط (جوڑنا)

۳۔ ترسیل (پہنچانا)

تبصیر (دیکھنا)

دیکھنے سے مُراد یہ ہے کہ ادب پارے کی تنقید کے دوران سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نقاد اُس ادب پارے کو ادبی روایات اور شعریات کے اصولوں کی روشنی میں دیکھے اور اس کے ادبی معیار اور مقام کو متعین کرنے کی سعی کرے۔ اس موقع پر نقاد کی ادبی بصیرت اور ادبی تاریخ اور اقدار سے اس کی گہری واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

تربیط (جوڑنا)

جوڑنے سے مراد یہ ہے کہ نقاد ادب پارے کو مختلف ادبی اصولوں اور روایات کی روشنی میں دیکھنے کے بعد اس صنف کے دیگر ادب پاروں کا جائزہ لیتا ہے اور دونوں کے مابین تقابل کے سلسلے استوار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔یعنی وہ ایک ہی صنف کے فن پاروں کو آپس میں فنّی ،لسانی اور جمالیاتی سطحوں پر جوڑتا ہے۔ یہاں پرضروری ہے کہ نقاد اعلیٰ فنّی ،لسانی اور جمالیاتی شعورو ادراک سے مزیّن ہو تبھی وہ اس منزل سے کامیاب گزر سکتا ہے۔

ترسیل (پہنچانا)

ہر کسی تخلیق کار یا فن کار کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اُس کی تخلیق قاری تک پہنچے، غالبؔ اور اقبالؔ جیسے عظیم شعرا کے پاس اگر قاری نہ ہوتے، تو شاید ہی آج لوگ اُنہیں جانتے۔ گویا ترسیل کے ذریعے ہی فن کی پہچان ممکن ہو سکتی ہے۔ اس لیے فن پارے کو دیکھنے اور جوڑنے کے بعد نقاد جب اس کا تجزیہ کرتا ہے تو اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس تجزیے یا تنقیدی کام کو قاری تک پہنچایا جائے۔ تنقید کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ قاری تک بات پہنچے تا کہ وہ اصل حقیقت سے واقف ہو جائے اور اس کے ادبی ذوق و شوق کو تقویت پہنچ سکے۔

مذکورہ تین نکات کے علاوہ صحیح معنوں میں تنقید کو سمجھنے کے لیے ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی یہ رائے کافی اہمیت رکھتی ہے:

> ’’تنقید فکر کا وہ شعبہ ہے جو یا تو یہ دریافت کرتا ہے کہ شاعری
> کیا ہے؟ اس کے فوائد و وظائف کیا ہیں؟ یہ کن خواہشات
> کی تسکین کرتی ہے؟ شاعر شاعری کیوں کرتا ہے؟ یا پھر یہ
> اندازہ لگاتا ہے کہ کوئی شاعری یا نظم اچھی ہے یا نہیں۔‘‘

ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ نے تنقید کو سمجھنے کے لیے ایک بہترین رائے دی ہے۔ اُس کے نزدیک تنقید ادب پارے کی تفہیم میں مدد کرتی ہے اور یہ ادب پارے کی جمالیاتی خصوصیات سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، وہ کیسے؟ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے مذکورہ اقتباس کو غور سے پڑھنے کے بعد تنقید کے لیے نئے دروازے کھلتے ہیں اس سے تنقید کا ایک نیا طریقہ سامنے آتا ہے۔ تنقید کا وہ نیا طریقہ یہ ہے:

۱۔ کیا ؟ ۲۔ کیوں ؟ ۳۔ کیسے؟

کیا؟

’’کیا ‘‘ کا مطلب موضوع ہے۔ موضوع کا تعلق انسانی زندگی کے سماجی، تہذیبی، ذاتی اور اجتماعی غرض کسی بھی پہلو سے ہو سکتا ہے۔ یعنی اس میں کسی ادب پارے کو اس کے موضوع کے اعتبار سے دیکھا جا سکتا ہے۔ تنقید کی اصطلاح میں اس کو آئیڈیولوجی کہتے ہیں۔ آئیڈیولوجی سے کوئی ادب خالی نہیں رہتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر دور میں سیاسی، سماجی، ثقافتی رجحانات اور تحریکات کی بدولت ادب کی آئیڈیولوجی بدلتی رہی ہے۔ سرسید تحریک کے تحت تخلیق کیے گئے ادب میں مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی اور سیاسی بیداری کی آئیڈیولوجی پیش کی گئی۔ کارل مارکس کے نظریات وعقائد کی آئیڈیولوجی ترقی پسند تحریک پر حاوی رہی۔ اسی طرح ۱۹۴۷ء کے آس پاس پیش کیے گئے ادب پر فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجے میں رونما ہونے والے انسانیت سوز اور دل شکن واقعات کی آئیڈیولوجی سامنے آئی۔ غرض ہر ادب پارہ میں کوئی نہ کوئی آئیڈیولوجی ہوتی ہی ہے اور اس کے بغیر ادب کا تصوّر محال ہے۔

کیوں؟

"کیوں" کے معنی مقصد کے ہیں۔ مقصد کا تعلق نظریۂ حیات و کائنات سے بھی ہوسکتا ہے اور ذاتی کیفیات اور جذبات کے اظہار سے بھی۔ مقصد سماجی طور اجتماعی ہوتا ہے، لیکن ادب میں اظہار اجتماعی مقصد کو سامنے رکھ کر کیا جائے یہ ضروری نہیں، عام طور پر ادبی اظہار اپنے جذباتی انتشار، فکر ونظر کی طرفگی اور ذاتی تجربات ومحسوسات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اس لیے لفظ مقصد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور تنقید میں مقصد کو اس کے وسیع معنوں میں ہی دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً مقصد کے تحت اگر اقبالؒ کی کسی نظم کا تنقیدی جائزہ لیا جائے، تو یہ بتایا جائے گا کہ اقبال کا مقصد اصلاحی ہے، درسی ہے، انقلابی ہے، مذہبی ہے اشتراکی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے اقبال کا یہ شعر۔

جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اقبالؒ کے اس شعر کا مقصد مذہبی اور درسی ہے۔ اور میرؔ کا یہ شعر دیکھئے۔

میرؔ کے دین ومذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا دِیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

میرؔ کے اس شعر کا موضوع خودساختہ مسلمانوں پر طنز ہے اور اُن کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح ہے۔ کیوں کہ اس زمانے میں مختلف غیر مسلم تحریکوں کی وجہ سے طریقت اور شریعت کے حوالے سے بہت ساری ایسی بحثیں اسلامی معاشرے میں اٹھائی گئی تھیں جن پر عمل کرنا کفر کے مترادف تھا۔ مثلاً بابا گورکھ ناتھ کی سدھی تحریک کے اثر سے مسلم درگاہوں اور خانقاہوں میں نشہ خوری کو جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ کیوں کہ وحدت الوجود کے فلسفے کے مطابق بندے کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو خُدا کی یاد میں گُم کر دے اور نشہ خوری کے لیے دلیل یہ دی گئی کہ نشہ کی حالت میں بندے کو خُدا کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔ ادب کی تخلیق کا ایک واحد مقصد اپنے مافی الضمیر کا فن کارانہ اظہار ہے لیکن اس کے باوجود بھی ذیلی مقاصد ہوتے ہیں۔ یا اکثر وبیشتر خارجی حالات وحوادث تخلیق کار کے تخلیقِ ادب کا مقصد کا رُخ موڑ رہے ہیں۔ جس کی وافر مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اُن ادبا اور شعرا کا ذکر یہاں پر کیا جاسکتا ہے جو ترقی پسند تحریک کے اثر سے سامراجی طاقتوں کا توڑ کرنے کی خاطر شعر وادب تخلیق کرتے تھے۔

میں تو یوں خوش تھا کہ آزاد ہو مرا وطن
میں تو یوں خوش تھا کہ چھوٹا وہ غلامی کا گہن
میں تو یوں خوش تھا کہ اب رات نے کھینچا دامن
میں تو یوں خوش تھا کہ اب صبح ہوگی جلوہ فگن

کیسے؟

ادب میں موضوع یا مواد کی اتنی اہمیت نہیں جتنی اسلوبِ بیان کی ہے۔ یہاں پر ''کیسے'' سے اسلوب بیان مراد لیا جاتا ہے۔اسلوب کا تعلق لسانیات سے ہے اور اسلوبیات لسانیات کی ایک ضمنی شاخ ہے۔اسلوب ہمیں کسی فن پارے میں استعمال کی گئی زبان اور اس کے انداز بیاں کے متعلق یعنی الفاظ کے انتخاب اور الفاظ کے لسانی برتاؤ (linguistic treatment) کی جانکاری فراہم کرتا ہے۔ اسلوبیات نہ صرف لسانیات کے اصولوں کو بروئے کار لاتی ہے، بلکہ جمالیاتی قدروں کو بھی اپنی بنیاد بناتی ہے۔تنقید اور اسلوبیات اگرچہ دو مختلف علوم ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں کے درمیان خطِ فاصل نہیں کھینچا جا سکتا بلکہ ان دونوں کی مکمل ہم آہنگی تنقید کا معیار ہے۔ویسے بھی ادبی تخلیق کا جوہر اس کی پیش کش کے مختلف اندازوں سے ہی کھلتا ہے۔اس کھیل میں سارا زور الفاظ کی دلکش نشست و برخاست، تراکیب کا رکھ رکھاؤ اور دیگر شعری وسائل پر ہوتا ہے۔یہ فن خونِ جگر کا تقاضا کرتا ہے بہ قولِ علامہ اقبالؔ ؂

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

خواجہ آتشؔ کے نزدیک یہ ''کیسے'' مرصع سازی کا کام ہے ؂

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتشؔ مرصع ساز کا

اس طرح سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تخلیقِ ادب کے ضمن میں ''کیسے'' کی اہمیت ناگزیر ہے۔

تنقید ادب کی وہ صنف ہے جس میں ادبی تخلیق کو سامنے رکھ کر اس کا مطالعہ اور تجزیہ اس طرح سے کیا جاتا ہے کہ اُس فن پارے یا ادبی تخلیق کے موضوع، مقصد اور اسلوب کے حوالے سے اُس ادبی تخلیق کی داخلی دنیا ہر زاویے سے بے نقاب ہو کر سامنے آجائے۔